© rasailojaraid.com

تلخیص و ترجمہ

امریکہ میں عربی زبان کے چند شامی ادیب

عربی زبان بولنے والی قوموں کی تاریخ سے باخبر حضرات جانتے ہیں کہ انیسویں اور بیسویں صدی میں بہت سے شام اور لبنان کے رہنے والے اپنے آبائی مشرقی وطن کو خیرباد کہکر کرۂ ارضی کے نصف مغربی حصہ میں چلے آئے اور آخر ۱۹۲۰ء تک ہزارہا لوگ جنوبی اور شمالی امریکہ کے شہروں میں پھیل گئے یہیں اپنا وطن بنالیا اور کاروبار بھی کرنے لگے۔ لیکن ان شامیوں اور لبنانیوں نے اپنی روایات، اپنی عادات اور معاشرت اور اپنی زبان عربی کو اسی طرح برقرار رکھا اور تین پشتیں گذر جانے کے باوجود ان چیزوں پر کوئی حرف نہیں آنے دیا، یہ لوگ امریکہ کی تہذیب ومعاشرت کے بے پناہ اور نہ تھمنے والے سیلاب کے سامنے جو یقیناً ان کی روایات کو خس وخاشاک کی طرح بہالیجاتا، مضبوطی کے ساتھ ڈٹے رہے۔ ان کی زبان عربی، ان کے اخبارات ورسائل اور ادبی انجمنوں کے ذریعہ زندہ ہے، ان انجمنوں میں سے نیویارک کے اندر "الرابطۃ القلمیۃ المزدھرۃ" ایک اہم ادارہ ہے۔

عربوں کی نمایاں خصوصیت ہمیشہ سے یہ رہی ہے کہ دور دراز ملکوں میں بھی ان کی باثر اور مستحکم "عربی ادبی انجمنیں" قائم ہو جاتی ہیں اور ان کی دلچسپیاں مشرقی اور مغربی زندگی کے ہر پہلو کو حاوی ہوتی ہیں، اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ ان شامیوں نے ہر امریکی چیز کو اختیار کرلیا ہے مگر اس کے ساتھ ساتھ یہ بھی حقیقت ہے کہ وہ اپنے موروثی شرف وامتیاز کو نہیں بھولے ہیں

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

امریکہ میں "شامی امریکن" اہل قلم، اخبار نویسوں، مصنفوں اور آرٹسٹوں کی ایک بڑی تعداد موجود ہے، ان میں سے کچھ مشہور ہیں اور کچھ غیر مشہور، کچھ امریکہ ہی میں پیدا ہوئے اور کچھ بچپنے میں امریکہ آئے اور یہیں تعلیم و تربیت پائی، ان میں سب سے زیادہ مشہور اہل قلم "امین الریحانی" ہے، یہ شخص اپنے رجحانات اور اپنی فطرت میں اپنے عرب آباؤ اجداد سے بے حد ملتا جلتا ہے، —— دشوار پسندی، سیر و سیاحت سے دلچسپی اور شیفتگی میں ان کا صحیح نمونہ ہے، یہ جزیرۂ عرب کے ریگستانوں اور شہروں سے اتنا ہی واقف ہے جتنا نیویارک کی سڑکوں سے!

۱۸۷۶ء میں "امین الریحانی" فریکہ نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا، یہ لبنان میں ایک چھوٹی سی بستی ہے، امین الریحانی کے عربی اور انگریزی میں بہت سے مضامین اور کتابیں ہیں، "ملوک العرب" اس کی تصنیفات میں سب سے اہم خیال کی جاتی ہے، اس میں اپنے بچپن لڑکپن کے زمانہ میں امریکہ آنے اور اس کے بعد امریکہ نے اس کی جدید ہیئت پر جو نقوش و احساسات پیدا کئے ان کا تذکرہ کیا ہے اس کتاب کے مقدمہ میں لکھتا ہے۔

میری عمر بارہ برس کی تھی، جب میں نے پہلی دفعہ امریکہ کی متحدہ ریاستوں کا سفر کیا، اس وقت میں تھوڑی بہت عربی اور فرانسیسی زبانیں جانتا تھا، اور میرے حافظہ میں عرب اور ان کے حالات کے متعلق صرف وہی قصے کہانیاں تھیں جو لبنان میں مائیں اپنے بچوں کو سنایا کرتی ہیں، . . . . . . امریکہ میں دس سال رہنے کے بعد مجھ پر امریکن قوم کی زندہ دلی، فکر و رائے اور قول و عمل کی آزادی نے ایک خاص اثر پیدا کیا، مگر وہاں کی مادی جدوجہد کی انجام اور دنیاوی زندگی کی دوڑ میں سخت جانکاہی سے بھی کھٹکتا رہتا تھا . . . . میں فرانس کو ضرور بھول گیا لیکن اس کے ادب اور اس کی معاشرت کا اثر نہ گیا۔ ان آوانے زندگی کی جولانگاہ میں میری ناتوانی اور ہچکچاہٹ کو اور بڑھادیا اور مادی وجود کے حقائق سمجھنے سے محروم

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

رکھا، . . . . انگریزی آداب و تہذیب نے مجھے انگریزی قوم کی طرف متوجہ کردیا اور میں نے انگریزوں کو بہت سے اخلاقی اور اجتماعی امور میں امریکن قوم سے بڑھا ہوا پایا، یا ممکن ہے وہ امور مجھ جیسی فطرت رکھنے والے انسان کی نظر میں اچھے جچتے ہوں، . . . .

. . انگریزوں سے میرا تعارف کرانے میں سب سے زیادہ اہمیت ان کے زبردست فلاسفر "ایمرسن" کو حاصل ہے، انگریزوں کے محاسن کی طرف رہنمائی کرنے میں یہ میرا سب سے پہلا رہنما ہے اس نے اپنے مضامین میں انگریزوں کے محاسن اور ان کے آداب و تہذیب کا تذکرہ کرکے میری رہنمائی کی تھی، ــــ ایمرسن نے مجھے کارلائل سے بھی روشناس کرایا، کارلائل ہی وہ شخص تھا جس نے مجھے سمندر پار سے عربی ممالک کی طرف لوٹایا، ــــ میں نے کتاب "الحمراء" کا مطالعہ کیا تو مجھے معلوم ہوا کہ اس عنوان سے مصنف کا مقصد "الحمراء" ہے اور مجھے یاد آگیا کہ "الحمراء" (قصر الحمراء) عرب اندلس کے تاج کا چمکتا ہوا موتی (یادگار) ہے۔

بلاد عربیہ! خدا کو یہ گوارا نہ ہوا کہ میں تمام عمر تم سے ناواقف رہوں، اس نے ایک انگریز "کارلائل" اور ایک امریکن کو میرا رہنما بنایا، جنھوں نے تمہارے پیغمبر (حضرت محمد صلعم) سے مجھے روشناس کرایا (امین الریحانی عیسائی ہے) اور تمہارے فرزندوں سے میرا تعارف کرادیا، یہ خدا کا کتنا بڑا احسان ہے!"

امین الریحانی گذشتہ جنگ عظیم کے موقع پر چھوٹی قوموں کے جہادِ آزادی سے بہت متاثر ہوا تھا اور اس نے اپنے تاثر کو اقوامِ مشرق کے حقوق کی عموماً اور عرب اقوام کی خصوصاً حمایت کرکے زبانِ قلم سے ظاہر بھی کیا تھا۔

امریکہ میں ایک دوسرا اہلِ قلم "میخائیل نعیمہ" ہے، یہ مشرقِ قریب میں امین الریحانی اور مرحوم جبران خلیل جبران کے بعد سب سے بڑا "شامی امریکن" اہلِ قلم تسلیم کیا جاتا ہے۔ کچھ لوگ اس پر یہ بہتان

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

لگاتے ہیں کہ وہ مشرقی چیزوں پر نکتہ چینی کرتا ہے اور مغرب کی ہر چیز کی ستائش کیا کرتا ہے، مگر یہ تہمت بالکل بے بنیاد ہے۔ جس چیز سے یہ تہمت تراشی گئی ہے وہ اس کا یہ نقطۂ نظر ہے کہ "عہد حاضر میں عربی زبان اس قابل ہو سکے کہ بڑی بڑی تہذیبوں سے آنکھ ملا سکے" چنانچہ اپنے ڈرامہ "الاباء والبنون" (باپ بیٹے) میں فصیح عربی اور عامی عربی زبان کے موضوع کو اٹھایا ہے اور ڈرامائی حیثیت سے دونوں کی خدمات پر نظر ڈالی ہے کہ آیا عامی زبان زیادہ خدمت کر سکتی ہے یا فصیح؟ یہی نقطۂ نظر عموماً اس کے ہمعصر ڈراما نگار اور مصنفین کے لئے وجہ نزاع ہوا ہے، نعیمہ "عربی زبان میں ڈراما" کے عنوان کے تحت میں لکھتا ہے

"ڈراما بھی منجملہ ادبی اصناف کے ہے، اس کیلئے عامی زبان ناگزیر ہے۔ اس کا بنیادی نقطہ یہ ہے کہ اگر ہم اس قاعدہ کو پیش نظر رکھتے تو اپنے تمام ڈراموں کو عامی زبان میں لکھنے لگتے، ہمارے اندر اب وہ لوگ نہیں رہے جو عرب جاہلیت یا ابتدائی اسلامی عہدوں کی زبان میں گفتگو کر سکیں اور اتنی دور رہ کر ہمارا فصیح زبان بولنا یہ ایک صبر آزما مصیبت ہو گی جس سے چھٹکارا بھی ناممکن ہو جائیگا"

یہ مشہور ڈراما نگار اور مصنف تقریباً ۱۸۹۴ء میں لبنان کے "سکانتہ" نامی ایک گاؤں میں پیدا ہوا، امریکہ جانے سے قبل اپنے شباب کے ابتدائی ایام میں کچھ مدت تک روس میں تعلیم پاتا رہا، اگر ہم اس کے ڈرامہ "باپ، بیٹے" اور اس کے زبردست مقدمہ "ڈرامہ نویسی کا فن اور اس کا فصیح عربی سے تعلق"، کو مستثنیٰ کر لیں۔ تو پھر اس کی مشہور ترین تصنیف "کتاب الغربال" رہ جاتی ہے، یہ ادب عربی پر تنقیدی مضامین کا مجموعہ ہے، نعیمہ نیویارک کے "رابطۂ قلمیہ" (ادارۂ تحریر) کا نمایاں رکن ہے۔

تیسرا اہل قلم "ایلیا ابو ماضی" ہے۔ یہ بھی ریحانی اور نعیمہ کی طرح لبنان کا باشندہ ہے ۱۸۸۹ء میں پیدا ہوا، ۱۱ برس کی عمر میں مصر کا سفر کیا، دس برس تک وہاں رہا اور نجی طور سے تعلیم پاتا رہا۔ ۱۹۱۱ء میں امریکہ آیا اور صحافت کا پیشہ اختیار کیا، نیویارک کے اخبار "مرآۃ الغرب" (مغرب کا آئینہ) میں مضامین لکھا کرتا تھا، کچھ مدت کے بعد صحافت نگاری چھوڑ دی اور تجارت کرنے لگا، مگر

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

صحافت کی شوقین طبیعت نے نچلا نہ بیٹھنے دیا، اور ۱۹۲۹ء میں ایک پندرہ روزہ رسالہ "سمیر" جاری کرنے پر مجبور کیا۔

"ایلیا" صاحب دیوان بھی ہے، اس کے دیوان کے تین حصے ہیں، ایک حصہ ۱۹۱۱ء میں قاہرہ سے شائع ہوا، اور باقی دونوں حصے "جداول" کے نام سے نیویارک سے شائع ہوئے کہا جاتا ہے کہ جس وقت امریکہ میں جبران کی تحریروں کی دھاک بیٹھی ہوئی تھی، اور "عرب امریکن کلب" کے اندر شامی اہل قلم میں وہی سب سے ممتاز نظر آتا تھا، اس وقت صرف ابو ماضی ہی تنہا ایسا شخص تھا جو مجلس سے بغیر کسی قسم کا اثر لئے ہوئے اٹھتا تھا، وہ ان چیزوں سے قطعاً متاثر نہ ہوتا تھا، جن سے دوسرے لوگ سر دھننے لگتے تھے، چنانچہ اہل قلم نے اس کے متعلق یہاں تک پھبتی کسی کہ "مجلس میں موجود ہونے کے باوجود ایسا معلوم ہوتا ہے کہ گویا وہ ہے ہی نہیں" ممکن ہے کہ اس کی نظروں میں نہ جچنے کا سبب یہ ہو کہ وہ عرصہ تک مصر میں رہ چکا تھا۔

"ایلیا کا قصیدہ" لست ادری "بہترین قصیدہ خیال کیا جاتا ہے، چند اشعار ملاحظہ ہوں

قد سألت البحر یوماً ... هل انا یا بحر منکا

ایک دن میں نے سمندر سے دریافت کیا، اے سمندر! کیا میں تیرا ہی ایک قطرہ ہوں؟

أصحیح ما رواہ ... بعضهم عنی وعنکا

کیا وہ سچ ہے جو میرے اور تیرے متعلق لوگ کہتے آئے ہیں؟

أم تریٰ ما زعموا ... زوراً وبهتاناً وافکا

یا جو کچھ انھوں نے بیان کیا اسے تو جھوٹ، بہتان اور دروغ بیانی خیال کرتا ہے

ضحکت امواجه منی وقالت ... لست ادری

سمندر کی لہریں میری باتوں پر ہنس پڑیں اور کہا "مجھے نہیں معلوم"

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

ایھا البحر اتدری کم مضت الف علیکا

اے سمندر! کیا تو جانتا ہے؟ تجھے تو صدیاں گذر چکی ہیں،

وھل الشاطئ یدری انہ جاث علیکا

کیا ساحل کو بھی علم ہے؟ وہ تو تیرے قریب ہی رہا ہے

وھل الانھار تدری انھا منک الیکا

کیا دریا جانتے ہیں؟ انکا منبع اور مدخل تو تو ہی رہا ہے

ما الذی الامواج قالت حین ثارت؟ لست ادری

لہروں نے جوش میں اٹھکر کیا جواب دیا؟ "مجھے نہیں معلوم"

مشرق ہو یا مغرب یہ چیز نادر ہوا کرتی ہے کہ جس پایہ کا کوئی اہل قلم ہو، اس پایہ کا آرٹسٹ بھی ہو، یہ نادر صفت جبران خلیل جبران میں پائی جاتی تھی، اس کی شہرت مضامین اور ڈرائنوں دونوں کی وجہ سے تھی، جبران کی زندگی (جس کی شمع بجھے ہوئے پانچ برس سے زیادہ ہو چکے) بہت سے پہلو رکھتی تھی اور اس کی دلچسپی کے متعدد گوشے تھے۔

جبران ۱۸۸۳ء میں لبنان کے مضافات "بشرہ" میں پیدا ہوا، ۱۲ برس کی عمر میں امریکہ آیا، پھر کچھ مدت کے لئے بیروت واپس چلا گیا اور وہاں کے سرکاری اسکول میں تعلیم پاتا رہا۔ ۱۹۰۳ء میں امریکہ لوٹا، اور "پارسیں" میں مشہور فرانسیسی آرٹسٹ "رودان" سے فن مصوری سیکھنا شروع کیا رودان جبران کی خصوصیات بیان کرتے ہوئے کہا کرتا تھا کہ "یہ بیسویں صدی کا ولیم بلیک ہے" اسے بڑے لوگوں کے سارٹیفکٹوں کے لحاظ سے ممتاز درجہ حاصل ہے۔

جبران نے آخر میں نیویارک کو وطن بنا لیا تھا، اور وہیں مضمون نگاری اور مصوری میں منہمک ہو گیا تھا، مصوری پر اس نے بہت سی تالیفات میں تفصیل سے روشنی ڈالی ہے، ایک

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

مدت تک " الرابطۃ القلمیہ " کا صدر رہا، جبران کی نثر کے ساتھ ساتھ نظم بھی پائی جاتی ہے۔

ان کتابوں کے سوا جو عربی میں اس کے قلم سے نکلی ہیں، انگریزی زبان میں بھی اس کی پانچ تصنیفات موجود ہیں۔ اس سے انکار نہیں کیا جاسکتا کہ انگریزی زبان میں اس کی سب سے اہم تالیف " النبی " ہے عربی میں اس کا ترجمہ انطونیوس بشیر نے کیا ہے، اور وہ دس بار چھپ چکی ہے، اسی طرح یورپ کی دس زبانوں میں اور جاپانی اور ہندوستانی زبانوں میں بھی اس کا ترجمہ شائع ہو چکا ہے۔

انطونیوس بشیر جبرانی کی کتاب " المواکب " (یہ ایک مصور اور منظوم قصیدہ ہے، طرز بیان رباعیات عمر خیام کی طرح ہے) کے مقدمہ میں اس کے متعلق طویل تبصرہ کرتے ہوئے لکھتا ہے۔

" وہ قدیم وجدید معلومات میں " ہمزہ، وصل " کی حیثیت رکھتا ہے، عربی زبان کو متعارف کرنے اور اسے امتیاز بخشنے میں اس کا درجہ الف لام تعریف کا ہے، اسے درخشاں کرنے میں " عامل اکبر " کا مرتبہ رکھتا ہے، اس نے ملک شام کا نام ترقی یافتہ اقوام کے سامنے سربلند کر دیا، طالبان علم وفیض اس سے سچی محبت کرتے ہیں "

عربی میں غالباً اس کی سب سے مشہور کتاب " الارواح المتمردہ والاجنحۃ المنکسرہ " ہے یہ ایک ڈراما ہے اس کے ایک ٹکڑے کا اقتباس ہم یہاں نقل کرتے ہیں اس سے زبان کی لطافت کا اندازہ کیا جاسکتا ہے باوجودیکہ اسکی زندگی کا بڑا حصہ اجنبی ملکوں میں گذرا ہے لیکن ایک لمحہ کیلئے بھی وہ اپنے وطن مالوف کے پاکیزہ آثار اور ان کی خصوصیات کو نہیں بھولا ہے، اس دعوی کی دلیل حسب ذیل سطور میں دیکھی جاسکتی ہے۔

" میں بیروت میں اس سال کے موسم ربیع میں موجود تھا، بیروت کا یہ موسم عجائبات سے معمور تھا، ابر نیساں نے کلیاں اور لطیف سبزہ اگا دیا تھا، اور شہر کے باغات ایسے نظر آتے تھے کہ گویا وہ اسرار تھے جنکا آسمان کے سامنے زمین نے اظہار کر دیا ہے، بادام اور سیب کے درختوں نے سفید اور معطر قبائیں زیب تن کر رکھی تھیں، اور گھروں کے

© rasailojaraid.com

© rasailojaraid.com

اسے علیے معلوم ہوتے تھے کہ سفید لباس میں آسمان سے حوریں اتری ہیں جنھیں فطرت نے محرم بنا کر شاعروں اور نازک خیالوں کے پاس بھیجا ہے، موسم بہاریوں تو ہر مقام پر حسین ہوتا ہے، مگر شام میں حسین ترین ہوتا ہے، موسم بہار خدا کا بہترین عطیہ ہے جسے لوگ پہچانتے نہیں، خراماں خراماں زمین پر چکر لگایا کرتی ہے، جب وقت شام میں پہنچتی ہے تو نہایت سبک رفتاری سے پیچھے کو مڑ مڑ کر دیکھتے ہوئے چلتی ہے اور ان بادشاہوں اور پیغمبروں کی روحوں سے جو فضا میں منڈلاتی ہیں دلچسپی لیتی ہے، سلیمانؑ کے غیر فانی نغمے یہودیت کے سروں میں گنگناتی ہے۔"

قصیدہ "مواکب" کے حسب ذیل اشعار شاعری کا پاکیزہ نمونہ ہیں۔

الخیر فی الناس مصنوع اذا جبروا — والشر فی الناس لا یفنی وان قبروا

بھلائی لوگوں سے کرنا بڑی بات اس وقت ہے جب وہ حیران و پریشان ہوں، بدی کبھی ختم نہیں اگرچہ کرنے والے قبروں میں پہنچ جائیں

واکثر الناس آلات تحرکها — اصابع الدهر ثم تنکسر

اکثر لوگ آلات کی حیثیت رکھتے ہیں، جنھیں زمانہ کی انگلیاں حرکت دیتی رہتی ہیں پھر وہ ٹوٹ جاتے ہیں

فلا تقولن هذا عالم علم — ولا تقولن ذاك السيد الوقر

اس لئے یہ نہ کہو کہ یہ جید عالم ہے، یہ باوقار امیر ہے،

فافضل الناس قطعان يسير بها — صوت الرعاة ومن لم يمش يندثر

اچھے لوگ وہی ہیں جو ریوڑ کی بھیڑوں کی طرح ہوں جو چرواہوں کی آواز پہ چلتی ہیں اور جو نہیں چلتی ہیں ان کا نام و نشان مٹا دیتے ہیں

جبران خلیل جبران کی موت سے ایک بڑی شخصیت اٹھ گئی مگر اس خیال سے یہ روح گداز صدمہ کم ہو جاتا ہے کہ شامی امریکن اہل قلم "ترقی ہی کی طرف قدم اٹھائے جا رہے ہیں، ان کا یہ نمایاں امتیاز رہا ہے کہ امریکنوں سے انتہائی خلا ملا اور غیر فانی امتزاج رکھنے کے ساتھ ساتھ انھوں نے ہمیشہ اپنی عربی روایات اور اپنی انفرادی حیثیت کو قائم رکھا ہے، خدا کرے وہ مغرب کے سامنے مشرق کی صحیح ترجمانی کریں، اور اپنے انفرادی مرکز سے ہٹ کر اس خلیج کو پاٹنے میں نمایاں حصہ لیں، جو مشرق اور مغرب کے درمیان حائل ہے۔

(الشمع العربی) — (ع ۔ ص)

© rasailojaraid.com